

اپنی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے کے 25 طریقے

تخلیقی صلاحیتوں کے موانعات



تحریر
مفتی ضیاء الدین

ہوگی، اسے بنیاد سمجھنا ہمیں چاہیوں بنانا ہے اور اپنی صلاحیت کو بنیاد بنا کر اسے مہاوان بنانا ہماری صلاحیتوں کی صحیح کیفیت کرنے میں ہماری مدد کرتا ہے، ورنہ تو اسے عمل معترضہ کرنا ہزاروں صلاحیت والے اسی ذمہ میں ناموں برباد ہونے کی وجہ سے ہمیں صلاحیت والے ہیں وہ ہمارے پاس آئے ہم کیوں جانیں اس کے پاس، بہر حال ہم جس فیصلہ میں بھی ہیں اس فیصلہ کے بڑوں سے بڑا رکھنا بہت ضروری ہے۔

بیوستر رہ کر سے امید بہا رکھ
16۔ ڈایا گرام اور نقشوں کے ذریعہ چیزوں کو لکھیں پڑھیں اور یاد کریں: چونکہ ذہن مربوط چیزوں کو جلدی تک کرتا ہے نیز دماغ کے خلیے بھی اسی طرح ایک دوسرے سے مربوط ہوتے ہیں تو ظاہری مشابہت ہونے کی وجہ سے بھی ڈایا گرام اور مائنڈ مینجنگ کے ذریعہ لکھنا ہماری تخلیقی صلاحیت اور یادداشت کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

17۔ چار پانچ کلر والے لکھوں یا رنگین sticky notes کا استعمال کریں: ہارورڈ کے یوروسائنس دانوں کی ریسرچ کے مطابق ہمارے دماغ کے مختلف حصے مختلف رنگوں کو پروسس کرتے ہیں تو اگر ہم ایک نظر میں دیکھ رہے یا لکھ رہے ہیں تو دماغ کا ایک ٹیچوٹا حصہ کام کرتا ہے اور وہی چیز اگر ہم مختلف رنگوں میں لکھیں گے تو پھر دماغ کے زیادہ حصے پروسس کریں گے اور وہ زیادہ دیر یاد رہے گی اور اس کے کام کی رفتار بھی بہت زیادہ تیز ہو جائے گی۔

18۔ موبائل کے سارے نوٹیفیکیشنز بند کر دیں: کیوں کہ اس وقت سب سے زیادہ دھیان بٹکانے والی اگر کوئی چیز ہے تو وہ نوٹیفیکیشن ہے، ان ایپس کو اتنی اوقات بند کریں کہ وہ ہمارے دھیان کو بٹکانے، صرف ضرورت کے نوٹیفیکیشن کے علاوہ سارے نوٹیفیکیشنز بند کر دیں۔

19۔ اپنے انٹرنیٹ اور سٹیجیو کا موبائل میں تاسب برقرار رکھیں: انٹرنیٹ دماغ کو بفریشن کرنے کے لیے ضروری ہے لیکن دھیان رکھنے کا انٹرنیٹ کا تاسب میں فیصد سے اس کے بند ہونے یا نہ ہونے ہماری تخلیقی صلاحیتیں ممانہ پڑ جائیں گی اور ہماری زندگی بس ایک مذاق بن کر رہ جائے گی۔

20۔ قوت پند عورت سے ہی شادی کریں: شادی کے بعد کی پوری زندگی بیوی کے مزاج، اوصاف پر منحصر ہوتی ہے اس لیے بھی بیویوں کی لاپٹی عورت سے شادی نہ کریں وہ بیویوں کی قلت کی دہائی دے کر علمی دنیا چھوڑنے پر بھی مجبور کر دے گی اور بچوں کو بھی اسی قسم کی مادہ پرست پرستار بنانے کی تہیہ تخلیقی صلاحیتیں صرف ہم سے نہیں ہماری نسلوں سے بھی چھین جائیں گی، اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا ہے، اس لیے شادی کے وقت اس سے اس کی پندنا پند نہ تہذیبات اور ثقافت اور ذہنیت کا سوال کر کے اندازہ لیں کہ یہ ہمارے حصول علم میں ممانہ تو نہیں بنتے؟

21۔ دماغ کو فڈ اپنیجائیں: جس طرح جسم کی ہیکل منانے کے لیے ہم کھانا کھاتے ہیں اسی طرح دماغ سے غیر معمولی کام لینے کے لیے روزمرہ صحت مند غذا اؤں کے ساتھ ساتھ اس کی مخصوص غذا اؤں کا اضافہ کرنا ہوگا، ریسرچ کے مطابق ہمارا دماغ fat کے وافر مقدار پر مشتمل ہوتا ہے اور اس کی چکنائٹ دماغ کے ایک خلیے سے دوسرے خلیے تک معلومات تسیزی سے منتقل کرنے میں مدد کرتی ہے جسے

neuroplasticity کہتے ہیں اور اس کے لیے AHA, EPA اور DHA اور دیگر تھری ہے حد مفید ہے، اور ہم 3 کی تین تین میں حاصل ہوتی ہے اور باقی دو دھلی اور اس کے تیل سے حاصل کی جاتی ہیں اسی لیے دھلی کھانے والے لوگ ذہین ہوتے ہیں، لہذا اٹروٹ اور دھلی یا اس کا تیل روزانہ استعمال کیا کریں۔

22۔ جسمانی ورزش کریں: جو ورزشیں دل کی دھڑکن اور سانسوں کی رفتار کو تیز کرتی ہیں (aerobics مثلاً دوڑنا، سائیکل چلانا، تیراکی ذہن کے لیے مفید ہیں کیوں کہ یہ دماغ میں خون کے دورانیے کو تیسز کر دیتی ہیں، انہی میں یوگا میں اضافہ کرتی ہیں، خوشی اور ایکسٹریٹ سے تعلق رکھنے والے یوگا اور سائیکل مثلاً ڈو پائین سیر یوٹھن کی مستدار میں اضافہ کرتی ہیں نتیجہ ہماری دماغ کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

23۔ سوئے اور پڑتے وقت وقفے وقفے سے پانی پیئے: نیمرو سائنس کہتی ہے کہ پانی ہمارے جسم میں ساتھ ساتھ فیصد، اعصاب میں سمجھ فیصد اور دماغ میں اسی فیصد یعنی سب سے زیادہ موجود ہوتا ہے، یعنی پانی کی کمی سب سے زیادہ دماغ کو متاثر کرتی ہے، ایسے لوگ سر کے درد اور فوس نہ کر پانے کے شکار ہو جاتے ہیں، اور ریسرچ یہ بتاتی ہے کہ پانی

بھر پور مقدار میں پینے پر دماغ چودہ فیصد تیز کام کرتا ہے۔
24۔ خوابوں کو اہمیت دیں: یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے کہ ہم نے شریعت میں اس کے جہت نہ ہونے کو اپنے لیے اہم نہ ہونے سے غلط ملکہ کر دیا ہے، اچھی طرح سمجھیں کہ غیبتی کا خواب شریعت میں جہت نہیں لیکن انسانی اپنی زندگی میں خوابوں کی بڑی اہمیت ہے، خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کو نبوت کا چالیواں حصہ قرار دیا ہے اور فر کے بعد محکم میں صحابہ اپنے خواب حضور سے بیان کیا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تہیہ بتاتا کرتے تھے، مغرب میں فرانسینڈ وغیرہ نے اس پر کافی کام کیا ہے، بہر حال نیند سے اٹھنے کے بعد سب سے پہلے کھڑے رہیں اور پھر اپنے خواب کے بارے میں سوچیں کہ میں نے کیا خواب دیکھا اور پھر مغرب میں سے اس کی تہیہ پوچھیں، بھی کئی دن بھر سوچے جانے والے مسئلے کا حل اور بھی مستقبل کی خوش خبریاں یا احتیاط کے اشارے خوابوں سے مل جاتے ہیں، یہ بڑا المیہ ہے کہ

ہمارے یہاں سے اب مغربین تاہید ہوتے جا رہے ہیں۔
25۔ کسی سیم سے جڑ کر نہ ماننا: طالب علمی سے ہی غلامی وسامی کاموں میں حصہ لینا شروع کر دیں: اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگوں کے احوال و مسائل سے واقف ہو سکیں گے، اپنے تجربہ بات، سامنی ذہانت لوگوں کے تہیہ ہمدردی، نفع رسانی کے جذبہ اور تجربہ باتی قوت میں اضافہ کر کے اپنی تہذیبات کی عین کر سکیں گے۔

وہیے تو پچاسوں طریقے بیان کئے جاسکتے ہیں لیکن بسہ نے انہیں طریقوں کا انتخاب کیا ہے جنہیں اپنی زندگی میں برتتا ہے تاکہ مضمون کے ذریعہ ہمیں ریسرچ کی تہذیب نہ ہو بلکہ خیالات کی تہذیب کے ساتھ ساتھ عمل کی تہذیب بھی ہو سکے اور ان کا ہماری عملی زندگی میں اثر ہو۔ مزید چند پوائنٹس ہیں جن کا طلبہ کے مقابلے اور ان سے زیادہ لیت دینا ہے اس لیے ہم انہیں اگلے مضامین کے لیے رکھ چھوڑتے ہیں۔ یہ مضمون تقویت امت پر لکھنے کے مضامین کی دہلی قسط ہے۔

حصہ تجرباتی اور تھیوری، ہر ایک کا اپنا کردار اہمیت ہے لیکن جب ہم کسی نئے آئیڈیا پر کام کر رہے ہوں تو اس پر کبھی بائیں کو کھادی نہ ہونے دیں اور نہ کسی تنقید کے نقوشوں دوست سے اس پر دسکس کریں ورنہ ابتداء تنقید ہماری تخلیقیت کو کھانچا جاتی ہے، پہلے اس فکر کی چھڑی پکا نہیں جب پوری ایک کر تیار ہو جائے پھر بائیں دماغ اور تنقید کے شمشین دوستوں کی تنقید سے اس کی تصحیح کریں، تاکہ اس کی خامیاں محسوس کر سائے آئیں اور اسے مزید سنوار سکیں۔

10۔ سوالات قائم کریں: اسوال نصف اعلم اور غور کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے موجود نبی عبد اللہ بن عباس رضی کی تربیت کیسے کی جب وہ چھوٹی عمر میں نبی میں بیٹھ کر سوال کرتے تو دیگر صحابہ ان کو ادب اور خاموشی کے ساتھ تنقید کرتے مگر حضور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور بعد میں مسرررض ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ لسان سوال و قلب قبول، تو جب تک ہم سوال کرنے کی عادت نہیں ڈالے علم ہم سے دور رہے گا، ایک سوال قائم کریں کم از کم تین دن اس پر غور سوچیں۔

11۔ بحث و ممانہ وغوی میں دل چسپی لیں: ہم نے بڑھا، سوچا اور سوالات قائم کیے اب آتا ہے ممانہ کا وقت، یاد رکھیں دعویٰ مسلم کا بہت اہم جزو ہے، مثلاً مطالعے کے بعد ایک باہمی تحقیق hypothesis ایک مفروضہ بنا کر اور اس کے دلائل ڈھونڈنا اور اس کے قوت و ضعف پر بحث کرنا، دینا کے سب سے بڑے فلسفی ستر اولیٰ اسی وقت شہر کے گئے جب وہ امتحان میں منتظر کلاسوں میں بیٹھ کر صاحبان مجلس کے بحث کرتے اور ان کو جواب دیتے ممانہ ایک ایسی چیز ہے جو ہمارے ذہن کو جلا بخفا ہے، ہماری قابلیت اور غلطیاں ہمارے سامنے سامنے لاتا ہے، خود کو کسی مشن یا سوچ سے جوڑ سہرے کرنے کا اس سے اچھا طریقہ نہیں ہو سکتا کہ اجتناب طور پر کسی موضوع پر بحث کریں، اسلاف کی آپ بتیاں اس پر دل ہیں۔

12۔ صاحب ثروت اہل ذوق ساتھیوں سے دوستی کریں: تاکہ اگر ہم اپنی غربت کی وجہ سے کام نہیں خرید پارے تو ہماری ذوق کی آبیاری ان کے پاس موجود اہلوں سے ہو سکے وہ ہونا کیا ہے کہ جب ہمارے اندر کسی کا حقوق ہوتا ہے اور پھر ہمارے ذوق کے مطابق کام نہیں مل پائیں تو انسان کا ذوق حرام جاتا ہے اور ذوق تخلیقیت کی پہلی سیڑھی ہے۔

13۔ کچھ دوست ایسے رکھیں جن سے ہم سیکھیں اور کچھ دوست ایسے رکھیں جن کو لکھا میں اور جن کی غلطیوں کی سچ کریں: اسی کو دوستی الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ شاد گدی نہیں استاد بھی نہیں تاکہ فائدہ و استفادہ دونوں ساتھ میں ہو کیوں کہ محض کھانے والا دوست ہمارے اندر خامیاں نکالتا ہے تو ہوسکتا ہے ہمیں احساس کمتری میں مبتلا کر دے اور محض کھانے والا دوست ہمارے اندر ایک مثبت چیز ہی پیدا کرتا ہے کہ سچ اور خامیاں نکالنے کے صدقہ ہمارے اندر قوت تجزیہ پروان چڑھ رہی ہوتی ہے لیکن اس کا تقنی اثر بھی جب وغیرہ کی شکل میں سامنے آ سکتا ہے کہ لوگ مجھ سے اتنا متاثر نہیں اس کا مطلب مجھے تو سب آتا ہے اور پھر یہ جب علم کی تجویزی ہمارے اندر سے خم کر دے گا۔

14۔ ہاتھ سے لکھنا شروع کریں: یہ تصور کہ ایک صفحہ لکھنے کے لیے ہزار صفحات کا مطالعہ ہونا چاہیے کسی خاص نوع کے متعلق تو معقول ہے لیکن اپنے عموم کے لحاظ سے غلط، انسان جب سے پڑھنا شروع کرے اسی وقت سے لکھنا شروع کرے کیوں کہ لکھنے پڑھنے کے عمل کو بصورت اور تہذیب بنانا ہے، ہر تہذیب اور مائیکولوجی میں 2020 کی ایک ریسرچ ہے کہ مطالق بچوں کی دماغی کارکردگی پر ایک سہرہ بیست اور تجربہ کرتے ہوئے یہ سامنے آیا کہ دماغ کی ایکٹیویٹی سب سے زیادہ اس وقت بھی جب سچے ہاتھ سے لکھ رہے تھے۔

15۔ چالیس نہیں مگر بڑے اور کام کے لوگوں سے تعلقات ضرور بنائیں: آج کی نئی نسل تھوری ضرورت سے زیادہ بے نیاز ہو چکی ہے، ہمیں دوسرے کے سامنے جھکانا اور مدد مانگنا ہمیشہ چاہیے اور خصیہ برداری معلوم ہوتا ہے، یاد رکھیں کہ یہ فطرت کا اصول ہے کہ حسد بڑھ خریز سے کچھ کرنا چھوڑتا ہے، غریب کو اگر اپنی غربت دور کرنے سے تو اسے کچھ عرصہ امیروں کی صحبت میں رہنا ہوگا، دھیر و جسائی امانی کا واقعہ یاد ہوگا، جاہل کو عالم بنانا ہے تو اسے ایک مدرسہ علموں کے ساتھ چھوڑنا ہوگا، اسی طرح اگر کسی کوئی فیصلہ میں بڑے مقام پر پہنچنا ہے تو اس فیصلہ کے اوپر مقام و منصب والوں کے ساتھ نرم اور بڑھائی

کر مطالعہ کریں کہ کتاب ایک روشنی ہے جس سے ہمیں اپنے چراغ کو روشن کرنا ہے تاکہ پھر آگے دوسرے ہزاروں بھیجے ہوئے چراغوں کو روشن کیا جاسکے گو ہم ذمہ دار یوں کا پوچھنا ہے سرسہرے ہیں، جب تمام فنون کا مطالعہ کریں گے تو خود بخود ہمیں کسی ایک یا چند فنون میں دل چسپی نظر آنے لگے گی۔

5۔ ذہانت کی کبار قسموں میں حصہ لیں:
1۔ سانی ذہانت 2۔ نمبر اور معقولیت والی ذہانت 3۔ تصویری ذہانت 4۔ موسیقی وغنائی ذہانت 5۔ جسمانی ذہانت 6۔ سماجی ذہانت 7۔ جذباتی و نفسیاتی ذہانت 8۔ طبیبیاتی فطری ذہانت 9۔ نیڈیاتی ذہانت 10۔ روحانی ذہانت 11۔ وجودی ذہانت، (تفصیل پھر بھی) ان سب میں حصہ لیں، ان سب کا نمیش چھپیں پھر جس نوع میں دماغ زیادہ چھپنے زیادہ لذت ملے اس کا انتخاب کریں۔

6۔ غور و فکر سے دوستی کریں: لائبریری میں کتابوں کا مطالعہ کریں مگر اس سوچ کے ساتھ کہ یہ ہمیں فکر میں غلط کرنے میں محض مددگار ثابت ہو سکتی ہیں، اپنی صلاحیتوں کا کل اٹھنا سار پر نہ رکھیں، اگر کتابیں پڑھ کر ہم خود سوچنے کے قابل نہیں ہو جاتے تو پھر کثرت مطالعہ میں سوائے دوسروں کے سامنے اپنی دھاک دھاک بٹھانے کے اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا، تصور کریں کہ دنیا کے بڑے بڑے مفکروں کے زمانے میں کتابیں نہیں تھیں، صرف سوچیں تھیں، تو ہم بھی سوچیں، دن میں کم از کم دو گھنٹے کتابیں لے کر آنا اور ایک سوچ چھین کریں اور اکیلے بند کر کے سب یا کھلے آسامان کے نیچے چھت پر بیٹھ کر یا کھوتے پھرتے سوچتے ہیں، لیکن ایک ہی چیز پر سوچیں اگرچہ مختلف زاویوں سے کیوں نہ ہو کیوں کہ قوت ارتکاز ہماری سوچوں میں گہرائی پیدا کرتا ہے۔

7۔ حصول معلومات و تجربیات اور ان کی پروڈیگ کا تاسب ملحوظ رکھیں: معلومات عموماً کتابوں سے اور تجربات عموماً اپنے بڑوں سے حاصل ہوتے ہیں مگر وہ معلومات و تجربیات مفید اور ہماری تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے والے سب ہی ہتھے ہیں جب ہم خود ان کا تجزیہ کرتے ہیں ان سے نتائج نکالتے ہیں، لہذا مطالعے اور تجربے کے علاوہ ہمارے دن کا تہائی یا چوتھائی حصہ ان معلومات و تجربیات پر سوچتے ہوئے گزارنا چاہیے، کیوں کہ دماغ جب مطالعے یا تجربے کے وقت فوس موم میں ہوتا ہے تو خود بخود طور پر سوچتا ہے لیکن جب آرام یا کھانے یا ریٹیکس کرتے وقت diffuse مومڈ میں ہوتا ہے تو وہ غیر متعلقہ چیزوں کو بھی اس سے متعلق کر دیتا ہے کیوں کہ یہاں حد بندی نہیں ہوتی تو اس وقت زیادہ اچھا سولوشن نکال سکتا ہے، گو یا فوس مومڈ میں شعور اور ذہنی شعور میں اشجور کام کرنا ہوتا ہے گو یا وقت سے زیادہ اہم خارجی اوقات میں سوچی جانے والی مفکریں ہیں کیوں کہ ہمارا زیادہ وقت خارجی ہی ہوتا ہے اس لیے مطالعے اور تجربے مطالعہ پر غور کے لیے خاطر خواہ وقت نکالیں۔

8۔ منطقی طریق استدلال سیکھیں: اس سلسلے میں استخراجی طریقہ استدلال deductive reasoning اور استقرائی طریقہ استدلال inductive reasoning سیکھیں جو موجود مسائل اور سوچوں کے ذریعہ عملی مشق کریں تاکہ استخراج کے ذریعہ ہم مسائل کے نتیجہ و تجزیے پر قادر ہو سکیں اور استقراء کے ذریعہ ہم امکانات اور آپٹیمز میں اضافہ کر کے چیزوں کو مختلف زاویوں سے دیکھ سکیں۔

ای طرح ہمیشہ دو چیزوں کے درمیان نسبت (correlation) پر سوال اٹھایا کریں خصوصاً نسبت تلازم و تضاد پر کیوں کہ اکثر ہمارا کام سٹینس دو چیزوں کے درمیان تلازم یا تضاد کی نسبت قائم کر لینا ہے لیکن ڈیپ سٹینس اور احمان نظر کے بعد وہ تلازم یا تضاد فرضی اور سطحی شکل آتا ہے۔

تجزیہ بھی ہم دو الگ چیزوں کے درمیان تسیز (differentiation) نہیں کر پاتے، بھی ایشیا کے درمیان سچ ارتباط (association) نہیں پیدا کر پاتے، بھی عمل کے متعدد امکانات (possibility) کا مکمل احصا نہیں کر پاتے اپنے ذہنوں میں پہلے سے موجود کسی حد بندی (limitation) کی بنا پر، اسی کو انعکس سٹینس (collect and connect) اور divergent and convergent thinking کہتے ہیں۔

9۔ آئیڈیا ز سوچتے وقت خود تنقید کریں اور نہ کسی تنقید کی دوست کے سامنے پیش کریں: دیکھیں دماغ کے دو حصے ہیں سائنس کے مطلب بق دایاں حصہ (hemisphere) آئیڈیا یا اور تصوراتی ہے اور دایاں

تخلیقی صلاحیتوں کا حامل بننے میں ہمارے لیے کیا موانعات ہوتے ہیں؟

1۔ پیسے کی قلت: دیکھئے طلبا کی اکثریت غریب ہوتی ہے تو وہ دوران تعلیم اور فراغت کے بعد بھی محض اپنی مالی تنگی کو دور کرنے کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں، اور غربت امکانات کی دنیا کو کھدو کر دیتی ہے، تخلیقی سوچوں پر پھر سے ہنسا دیتی ہے، ہمیں کوئی آپشن نہیں ملتا تو امامت یا پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، اور جیسے ہی جواب کا کوئی آفر آتا تو اس تدریس کو بھی خیر آ باد کر دیتے ہیں کیوں کہ تدریس میں اچھے شیے نہیں ملنے، اور مالی پریشانی کا حل ڈکالے بغیر تخلیقی صلاحیتیں پیدا کرنے کے جزا طریقے بتانا بھی بے سود ہیں، الایہ کہ بیسیوں کی طلب ہی دل سے نکال دی جائے اور وقت پند کی کو اوڑھنا چھوڑنا نا لیا جائے، اس کا سولوشن آٹھویں قسط میں پیش کیا جا چکا ہے۔

2۔ والدین کے توقعات: بیٹا دیکھا اور کرنا چاہ رہا ہے لیکن والدین کچھ اور توقعات لگے بیٹھے ہیں، اور عموماً بیٹا والدین کی پسند کو اپنانے پر مجبور ہوتا ہے۔

3۔ بیوی بچوں کی فکر: شادی سے پہلے ہمارا جوانیوں اس لیے پڑھتا ہے کہ اچھا کاماں کا تو اچھے گھرانے کی بیوی ملے گی اور شادی کے بعد یہ سوچتا ہے کہ اب پڑھائی اور حوائی سے تو میرے بیوی بچوں کا پیٹ بھرے گا نہیں تو پڑھ کے کیا فائدہ۔

4۔ آئیڈیا ز اور تخلیقیت کی ناقدری: میرے ذہن میں کوئی نئی چیز آتی ہے یا میں سوال کرتا ہوں تو اس تجسس و جدت کی قدر کر کے اس کا جواب دینے اور حوصلہ افزائی کے بجائے ڈانٹ یا چاٹتا ہے یا پھر یہ کہ دیا جاتا ہے کہ آئندہ آئے گا پھر یہ کہ کوئی نئی چیز تھوڑی ہے۔

5۔ بغاوت کا طعن: پڑھانے جارہے ہیں یا فنون سے دلچسپی نہیں تو اب اس مخصوص فن میں کامیاب نہ ہونے پر ہمیں بھی ہونے کا طعن دے دیا جاتا ہے۔

6۔ کثرت مطالعہ والی ذہنیت: یہ سوچنا کہ جب تک میں ہزاروں کتابیں مطالعہ نہ کر لوں خود سے سوچتا ہے کارا رہے ہوں۔

7۔ عدم ارتکاز: مختلف خیالات کا جہم ارتاز زیادہ ہوتا ہے کہ کسی ایک سوچ پر ہم فوس کر رہی نہیں پاتے اور آدھا کھانے کہا ہے **it is not that I stay with I'm so smart it is just that my problems longer** کہ میرے اتنے بڑے کارناے ان تمام دینے کی وجہ نہیں کہ میں بہت سارے ہوں بلکہ میں کسی مسئلے اور اس کے حل پر دوسروں سے زیادہ دیر تک سوچتا اور اس پر کام کرتا ہوں۔

تخلیقی صلاحیت پیدا کرنے کے لیے ہم کیا کریں؟
موہمال، مقابلہ جاتی پروگرام، ایوارڈ وغیرہ کے حوالے سے کچھ طریقے تو ہمیں قسط میں پیش کر چکے ہیں، مزید یہ رہے:

1۔ سب سے پہلے اپنے ذہن میں یہ چیز بٹھائیں کہ دنیا کی سب سے تہیہ شنی دماغ کا باہوا آئیڈیا ہے چاہے ہمیں لاکھ نظریہ رہا ہو کہ ہر چیز پیسے سے ہوتی ہے لیکن نوکر کریں کہ صرف سونا ہے جو ہمارے جلا لائے پیدا کیا ہے، نہ تو یہ پیسے ہی کبھی انسانی دماغ کی پیداوار ہیں، جب ہمیں خلیہ از مری بنا یا گیا تو دوسرے حیوانوں اور ہم میں سب سے بڑا فرق یہ رکھا گیا کہ ہمیں دماغ کی نوعی قوت عطا کی گئی، خود ایمان بھی ایک تصور ایک آئیڈیا ہے جسے میں ناقابل تخلیق و تہذیب سمجھتا ہوں تو وہ میرا اختیار ہے ایمان بن جاتا ہے یعنی اسلام کے پانچ ارکان مسیحی بھی اولیت آئیڈیا کو ہی حاصل ہے۔

2۔ تجربہ لائے اور پھر تجربہ کرنے کا خواب دیکھیں: انگلش کا مقولہ ہے **necessity is the mother of invention** کہ ہمیشہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے، جب تک ہم تجربہ ہی کا خواب نہیں دیکھتے اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتے جب تک ہم دنیا کو کچھ ناپینے کی تہذیب اپنے اندر نہیں رکھتے تب تک ہم نہ تخلیقی مضمون میں علم حاصل کر سکتے ہیں نہ اپنے مشن کی تعین کر سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی تہذیبات کی، بس دوسروں کی سالوں کی محنت نقل کرنے کو ہی اپنی تخلیقیت و صلاحیت کی معراج سمجھ نہیں گے حالانکہ یہ صرف پہلی سیڑھی ہے۔

3۔ مقصد اور مقصد تک پہنچانے والے گولڈ (ذہنی منزلوں) کی تعین: مقصد اور گولڈ کا فرق اچھی طرح سمجھیں، حصول مقصد کے درمیان کے مختلف پڑاؤ ذہنی مقاصد یا گولڈ کہلاتے ہیں، ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے اس پر ہم مسلمانوں کو زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ چیز ہمیں قرآن وحدیث سے مل جاتی ہے کہ ایک مسلمان کی زندگی کا مقصد عبادت و رضا ہے رب، تبلیغ دین، اپنی اور معاشرے کی دینی و دنیوی مصالح کا حصول اور دینی و دنیوی مفاسد کا دفع اور خدمت اسلام و مسلمان ہونا چاہیے لیکن ان مقاصد کے حصول کے لیے راستے کیا کیسا ہو سکتے ہیں، ہم سب سے پہلے ان امکانات کا احصا کریں اور پھر کسی ایک ایڈن یا چند ایڈنوں کو گولڈ بنا کر ان پر محنت شروع کریں۔

4۔ لائبریری سے دوستی کریں اور تمام فنون پر سرسری نظر ڈالیں: کیوں کہ کتابوں سے مخلص کوئی دوست نہیں ہو سکتا، وہاں جا کر تمام فنون کی چیدہ چیدہ کتابوں کا مطالعہ کریں خواہ ہمیں دل چسپی ہو یا نہ ہو، اور یہ سمجھ

وطن

روزنامہ

اللہ جانے کیا ہوگا آگے؟

تحریر ممتاز میر

حوالیہ ہمارا شکر کا ایک ضلعی شہر ہے جہاں ایک مدرسہ ہے۔ مدرسہ سراج العلوم، غالباً ۱۹۸۵ یا ۱۹۸۶ کے سالانہ جلسے میں شاید صدر مدرس نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ ہندوستان سے ایک غیر سرکاری وفد اسپین گیا تھا یہ مطالعہ کرنے کے لیے کہ اسپین والوں نے کس طرح اسپین کو مسلمانوں سے "پاک" کیا تھا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک چھوٹے شہر کے چھوٹے مدرسے سے مدرسے کے صدر مدرس کو یہ خبر ہو اور ہمارے ملک کے بڑے بڑے ذہن و دستار والے لوگوں کو خبر نہ ہو۔ مذکورہ صدر مدرس کو بھی یہ خبر عرب دنیا سے آنے والے رسائل سے حاصل ہوئی تھی تو پھر بڑے بڑے مدرسوں کے بڑے بڑے مہتمم، ناظم و مدرسین بدرجہ اولیٰ اس خبر سے واقف ہو گئے۔ مگر وہ تو پرسل الہی کی حفاظت کے لیے ایک بورڈ بنا کر قوم کے تئیں سارے فرانس ادا کر چکے تھے۔ بعد میں باری مسجد کی حفاظت کو بھی اسی بورڈ کے فرانس میں شامل کر لیا گیا۔ اور وہ نہ پرسل الہی کی حفاظت کر سکتے نہ باری مسجد کی۔ اب یہ بتانے کی ضرورت تو نہیں کہ وہ غیر سرکاری وفد کس کا ہوگا؟ بہر حال وہ غیر سرکاری وفد اسپین سے واپس آیا اور اپنے مطالعے کے نتائج پر عمل پیرا ہونے میں لگ گیا۔ اور ہمارے بڑے بڑے طلباء و دانشور کا گھر پر، ساجوادی پر، بیہوش ساج جیسی پارٹیوں پر بھروسہ کر کے قوم کی لت لیا ڈبو رہے۔ اب جب کہ تلوار گردن پر رکھی جا چکی ہے تو ہماری پوری قیادت شاک کی کیفیت میں ہے۔ اب قیادت کے فرائض قلمی دنیا سے تعلق رکھنے والے انجام دے رہے ہیں۔ بلکہ ہمیں یقین سے نصیر الدین شاہ کی وارثت جو انھوں نے شریعت پسندوں کو دی تھی، بڑھ کر تو ہمارے بہت سے لیبیوں کی چوڑی گئی اور پھیل گئی ہو گئی ہوگی۔

انسانی زندگی کے کسی ایسے احوال ہوں یہ ناممکن ہے کہ قرآن و حدیث و سیرت میں ہمیں اپنے مسائل کا حل ملے۔ ہمارا دین ہمیں ہر مسئلے کا حل فراہم کرتا ہے شرط یہ ہے کہ ہم پوری نیک نیتی کے ساتھ عمل ایمان کے ساتھ دین کے فرائض کو عمل پیرا ہونے کے لیے تیار رہیں۔ مثال کے طور پر ۵۷ سال پہلے مولانا مودودی نے کہا تھا کہ اب وہ مسلمان جو ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ملک کی سیاسی تکلیف سے الگ کر لیں۔ اور جن جنس القوم دعوت دین کا کام کریں۔ ایک دن ایسا آگے کا مسارا ہندوستان ہی مسلمان ہو جائے گا۔ اگر ان کی باتوں پر توجہ دینا تو دوران کا مذاق اڑایا گیا۔ ہمارے بڑے بڑے علمائے اہل سنت و جماعت نے اسے مستحکم اور دستوری تحفظات کے لالی پاپ آہیں دکھائے۔ اب آج تو یہ حال

ہے کہ خود مولانا مودودی کی قائم کردہ جماعت نے ان کی ہدایات کو طاق پر رکھ دیا ہے۔ ہم گذشتہ ۱۵ سالوں سے لکھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو اصحاب کہف کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں حب ایسا چاہیے۔ آخری زمانے کی احادیث بھی یہی کہتی ہیں۔ مگر عام مزاج اسے ناممکن سمجھتا ہے۔ دنیا کی تاریخ یہ کہتی ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی سب سے زیادہ خطرناک سب سے



زیادہ نقصان دہ جہت برعکس کے مسلمانوں نے کی تھی مگر انہی کی اولاد میں اسے ناممکن کہتی ہے۔ جہت انگریز باپ یہ ہے کہ جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں وہ کچھ کچھ نہیں رہے ہیں خوش ہو کر تالییاں بجا رہے ہیں مگر عمل کرنے کو تیار نہیں۔ ۲۱ سال پہلے جب امریکہ نے حملہ کیا تو طالبان بھی رہنے کے لیے تیار ہوئے۔ لیکن ہمارے بڑے بڑے طلباء و دانشور کا گھر پر، ساجوادی پر، بیہوش ساج جیسی پارٹیوں پر بھروسہ کر کے قوم کی لت لیا ڈبو رہے۔ اب جب کہ تلوار گردن پر رکھی جا چکی ہے تو ہماری پوری قیادت شاک کی کیفیت میں ہے۔ اب قیادت کے فرائض قلمی دنیا سے تعلق رکھنے والے انجام دے رہے ہیں۔ بلکہ ہمیں یقین سے نصیر الدین شاہ کی وارثت جو انھوں نے شریعت پسندوں کو دی تھی، بڑھ کر تو ہمارے بہت سے لیبیوں کی چوڑی گئی اور پھیل گئی ہو گئی ہوگی۔

انسانی زندگی کے کسی ایسے احوال ہوں یہ ناممکن ہے کہ قرآن و حدیث و سیرت میں ہمیں اپنے مسائل کا حل ملے۔ ہمارا دین ہمیں ہر مسئلے کا حل فراہم کرتا ہے شرط یہ ہے کہ ہم پوری نیک نیتی کے ساتھ عمل ایمان کے ساتھ دین کے فرائض کو عمل پیرا ہونے کے لیے تیار رہیں۔ مثال کے طور پر ۵۷ سال پہلے مولانا مودودی نے کہا تھا کہ اب وہ مسلمان جو ہندوستان میں رہنا چاہتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو ملک کی سیاسی تکلیف سے الگ کر لیں۔ اور جن جنس القوم دعوت دین کا کام کریں۔ ایک دن ایسا آگے کا مسارا ہندوستان ہی مسلمان ہو جائے گا۔ اگر ان کی باتوں پر توجہ دینا تو دوران کا مذاق اڑایا گیا۔ ہمارے بڑے بڑے علمائے اہل سنت و جماعت نے اسے مستحکم اور دستوری تحفظات کے لالی پاپ آہیں دکھائے۔ اب آج تو یہ حال

بڑی حیرت کی بات ہے کہ ۱۹۲۵ میں آریس ایس کی بنیاد رکھی گئی۔ رکھنے والے اکثر گمراہ تھے۔ مگر ہمارے کسی مہارتی کسی سمجھ نہ آئی کہ ہندو مہاسما کی طرز پر آریس ایس کی بنیاد کیوں رکھی گئی۔ یہ ہمارے لیے نعت ثابت ہوئی کہ زحمت۔ یہ تحریک آزادی میں حصہ کیوں نہیں لیتے؟ اور اگر یہ حکومت کو کیوں احتجاج بخشا چاہتے ہیں؟ ہمارے علماء کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس دیکھنے رنگ و بو میں جو جس کام کے لیے محنت کرتا ہے سنت اللہ سے دنیاوی کامیابی عموماً عطا کرتی ہے۔ اس اسی سنت کے تحت تنگ کو بھی کامیابی ملی۔ ہم نے کچھ کئی ایسی نہیں تو زیادت تو آتی تھی۔

راہب اور پندت گوندو لہجہ پنت کی وزارت علیا میں پہلا ہوم بیکریز کی تھا۔ وہ اپنی یادداشت "اسے لائف آف اور نائن ٹین لکھتا ہے کہ آریس ایس پیر بیو فرٹ وارڈر تشریح کے بڑے بڑے منصوبے بناتے ہوئے پکڑا گیا تھا جس کے ساتھ اس کے جرم کے ثبوت بھی تھے۔ مسگر پندت گوندو لہجہ پنت نے ہمارے اصرار کے باوجود اس کے خلاف کسی طرح کی کوئی کارروائی نہ کی۔ کیا یہ تمام واقعات ہماری قیادت کے علم میں نہ آئے ہوتے؟ مگر اس نے ہوش کے ناخن نہ لیے۔

تین نمازیں ادا کر لی جاتی ہیں، صرف اس لیے کہ امام صاحب گھر چل دی جائیں۔ جب کہ اس دوڑتی بھاتی زندگی میں اہل محلہ کے لیے ذہنی کمزوریوں میں نمازوں کے لیے حاضر ہونا، ایک مشکل امر ہے۔ تکبیر اولیٰ کا اہتمام کرنے والے بعض حضرات خاص طور سے اس میں حرج محسوس کرتے ہیں، لیکن ذمے داروں کے کان پر جوں نہیں دیکھتی۔ اسی طرح جماعت کا وقت پانچ بجے ملے ہے اور امام با

تقریباً تمام ہی مساجد میں مقررہ اوقات کی پابندی کی حیثیت سے، بلکہ یہ کہنے میں مضائقہ نہ ہوگا کہ وقت کا اہتمام اذان و جماعت میں کیا جاتا ہے، وہ دنیا کے کسی شعبہ ہائے زندگی میں نہیں کیا جاتا۔ لیکن بعض مقامات پر اس میں کوتاہی بھی پائی جاتی ہے، جس سے بہت سے مسائل پیدا ہوا کرتے ہیں، اور اس سے بڑے بڑے علمائے اہل سنت و جماعت نے اسے مستحکم اور دستوری تحفظات کے لالی پاپ آہیں دکھائے۔ اب آج تو یہ حال

غیر معیاری غذاؤں کا کاروبار متعلقہ محکمہ کاروائی سے قاصر کیوں؟

دنیا بھر میں حکومتوں کی ترجیحات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ شہریوں کو صاف و شفاف غذا میسر ہو اور اس میں کسی قسم کی ملاوٹ یا پھر غیر معیاری اجزاء کا استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ صاف و شفاف اور معیاری کھانے پینے تک رسائی انسان کے بنیادی حقوق میں سے ایک ہے اور کوئی بھی شخص انسان سے یہ حق نہیں چھین سکتا۔ دنیا کے دیگر ممالک کی طرح بھارت میں بھی غذاؤں کے معیار پر نظر گزار کر کے اور لوگوں کو ملاوٹ سے پاک کھانے پینے کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے ایف ایس ایس اے آئی نام سے پانچ ماہی طور پر ایک محکمہ کام کر رہا ہے تاہم نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ محکمہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں زیادہ تنہید و کٹھن نہیں دے رہا ہے جس کے نتیجے میں بھارت بھر کے ساتھ ساتھ جموں و کشمیر میں بھی لوگوں کو غیر معیاری غذاؤں کا اجناس فراہم کر کے ان کی صحت کے ساتھ عام کھلو اڑا دیا جاتا ہے۔ سرینگر شہر کے ساتھ ساتھ واہی کے اطراف و اکناف میں بھی لوگوں کو خاص کر بچوں کو غیر معیاری لطفہ پزیر کھلائی جا رہی ہیں اور ان کی صحت کے ساتھ کھلو اڑا دیا جا رہا ہے۔ تم ظریفی کی بات یہ ہے کہ والدین بھی اس حوالے سے انتہائی حساسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بچوں کو مختلف نوعیت کی بیماریوں کا شکار بنانے میں ہمہ تن توجہ دے رہے ہیں۔ عام طور پر طبی اگر دیکھا جائے تو واہی کے دور دراز دیہات تو دور یہاں کے شہروں اور قصبوں میں بھی مختلف غذائی اجناس جن میں سبز یاں، گوشت، میوے اور دیگر چیزیں شامل ہیں موزوں جانے کے بعد بھی گاؤں کو پہنچ جاتی ہیں اور ان اس کے عوض ان سے موٹی موٹی روٹیاں وصول کی جاتی ہیں، مگر خوراک اور معاشی و سماجی مسائل اور نوڈسٹری اور نوڈسٹری آف انڈیا کی جانب سے شاز و نارہی بازاروں کا محاصرہ کرنے کے قصور و ارتداد جوں کے خلاف کاروائی عمل میں لائی جاتی ہے جس کا ایک منفی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس غیر قانونی کاروبار میں ملوث لوگ اس صورتحال کا جائزہ نہ لے سکتے اور کھانے کو کھانے کا سلسلہ وار رکھتے ہیں۔ سرینگر اور واہی کے دیگر قصبہ جات میں غیر محتاطی افراد کی ایک بڑی تعداد کاروائی کے گردنوں میں مختلف قسم کی کھانے پینے کی چیزیں تیار کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کے پاس نہ ہی ایف ایس ایس اے آئی کی رجسٹریشن ہے اور نہ ہی لوگ کسی اور مختلف حکمرانی کوئی سند رکھتے ہیں بلکہ انہوں نے اپنا کاروبار بڑی آسانی کے ساتھ اور حکومت کی نظروں سے اوجھل رکھا ہے۔ ان کے روزانہ کی آمدنی کے بارے میں کوئی پتہ نہیں چلتا ہے اور حکومت کی نظروں میں بھی نہیں آتے۔ ان لوگوں نے کاروائی کے دوران کے کھانے پینے کی چیزیں تیار کر کے انہیں مختلف طرح کی مٹھیاں اور آٹے سے بنی ہوئی اشیاء تیار کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور ان چیزوں کی تیاری کے دوران صحت و صفائی کا کوئی ادنیٰ سے بھی خیال نہیں رکھا جاتا۔ لوگ میٹھوں کے ذریعہ تیار کردہ غذائی اجناس کو گرامی علاقوں میں بیک کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں یہ انتہائی زہرا اور مضر صحت بن جاتے ہیں۔ لوگ صحت سوری سے ہی ایک ایسے وقت میں دیہات کا رخ کرتے ہیں جبکہ سرکاری افسران و حکام اپنے گھروں میں ہوتے ہیں لہذا انہیں قانون کے نیچے چڑھ جانے کا خدشہ نہیں ہوتا ہے۔ تم ظریفی کی بات یہ ہے کہ یہ لوگ ایسی اشیاء تیار کر لیتے ہیں جن کا استعمال صرف چھوٹے چھوٹے پھولے بچے کرتے ہیں اور اس طرح سے ان بچوں کی صحت کو زبردست خطرات لاحق وہ جاتے ہیں مگر حکومت اس طرف کوئی توجہ نہیں دیتی۔ ضرورت اس بات ہے کہ حکومت اس بدعت کا قلع قمع کرنے کی غرض سے ضروری اقدامات کرے تاکہ ہمارے بچوں جو ہمارا مستقبل ہے محفوظ بھی رہیں اور اس سے بچایا جاسکے۔

اصل مضمون سے قبل درج ذیل اعتراضیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

حضرت جاوید رضا صاحب نے فرمایا ہے، حضرت معاذ بن جبل انصاری نے اپنے ساتھیوں کو کھانا کی نواز مہی پڑھائی۔ ہم میں سے ایک آدمی نے طیبہ نماز ادا کی۔ معاذ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا: وہ صحت مند ہے! جب اس آدمی کو اس بات کا پتہ چلا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر حضرت معاذ کی یہ بات بتائی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا: معاذ! کیا تم تندرست لے لو اور لے کر جانا چاہتے ہو؟ جب (عشا میں) لوگوں کی امامت کرو تو افسوس (وٹھکانا) سچ اسم رنگ و لاف، افسوس! افسوس! افسوس! افسوس! افسوس! افسوس! نماز پڑھا کرو۔ [مسلم]

حضرت ابو ہریرہ روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی تم میں سے لوگوں کو نماز پڑھائے تو بھلی نماز پڑھائے، کیوں کہ جماعت میں ضعف، بیسار اور بوڑھے (سب ہی) ہوتے ہیں، اور جب انہیں نماز پڑھے تو جس قدر جی چاہے پڑھے۔ [بخاری، مسلم]

حضرت انس بن مالک فرمایا: میں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے زیادہ بھلی لیکن کامل نماز کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی۔ آپ کا حال یہ تھا کہ اگر آپ سچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو اس خیال سے کہ اس کی ماں نہیں پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائے نماز بھلی کر دیتے تھے۔ [بخاری، مسلم]

عبداللہ بن ابوقحافہ انصاری اپنے والد حضرت ابوقحافہ انصاری سے روایت کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو میرا ارادہ ہوتا ہے کہ نماز میں کروں لیکن کسی سچے کے رونے کی آواز سن کر نماز کو بھلی کر دیتا ہوں کہ مجھے اس کی ماں کو تکلیف دینے سے پرہیز معلوم ہوتا ہے۔ [بخاری]

مؤذن اور امام: طے شدہ وقت کا خیال رکھیں



مذہب کی رعایت ضروری ہے۔ لیکن بعض امام اپنی جہولت کے اعتبار کے اعتبار سے ایسا وقت مقرر کرتے ہیں کہ وہ جلد سے جلد فارغ ہو کر گھر چلے جائیں۔ بعض مرتبہ اس جلد بازی میں اذان بھی وقت داخل ہونے سے قبل ہی دے دی جاتی ہے۔ جب کہ شریعت کی رو سے ایسی نماز بغیر اذان دینے پر بھی عملی نماز شمار ہوتی ہے۔ بعض مسجدوں میں ذہانی گھنٹوں میں عصر مغرب اور عشا

نوٹ: مضمون نگار کی لکھی گئی آراء سے ادارہ کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ انکی اپنی ذاتی رائے ہے۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر



منتشر رہیں گے تو سر سے ہمارا وجود بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔ اس وقت مسلمان سیاست کے میدان میں متحد ہو جائیں اور فیصلہ کر لیں کہ انہیں کسی ایک کنڈرڈینٹ کو ووٹ دینا ہے تو یقیناً مانے! ہم اتنے مضبوط ہیں کہ جس کو چاہیں تخت پر بٹھادیں اور جس کو چاہیں تخت سے اتار دیں۔ ضرورت ہے کہ ہم سنجیدگی سے مسائل کا جائزہ لیں! غور و فکر سے کام لیں اور ان کے حل کے لیے مضبوط طاقت عملی اختیار کریں۔

3: جمہوریت کے تحفظ کے لیے یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ ہم اپنے اندر سیاسی شعور بیدار کریں، یہ اپنی جگہ درست ہے کہ ہر شخص کی اپنی زندگی اور زندگی سے وابستہ اپنی اپنی ضرورتیں ہیں، مگر ان سب کے ساتھ ساتھ حیثیت القوم اگر ہم اپنا تحفظ چاہتے ہیں تو پھر حالات سے باخبر رہنے، مسائل کا تجزیہ کرنے، سیاسی داؤ چھو کو سمجھنے اور موثر حکمت عملی اختیار کرنے کے لیے ہمیں خواب گراں سے بیدار ہونے اور متحد ہو کر حالات کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی موضوع پر حضرت مولانا علی میاں ندوی نے فرمایا تھا کہ اگر اس ملک میں مسلمانوں کو فتح و فتح نمازی تو کیا بلکہ تہجد گزار بنا دیا جائے، مگر اسے سیاسی شعور کو بیدار نہ کیا جائے تو پھر مسجدیں ہی نہیں بلکہ اسکے نماز پڑھنے پر بھی پابندی عائد کر دی جائے گی۔

لوگوں نے ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کیا اور اقلیتوں پر عرصہ حیات تلک کیا جانے لگا، اس طرح ہندوستان کی 70 سالہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آزادی کے بعد سے اس ملک کے مسلمانوں کے جان و مال کی کا حق نہ حفاظت کی گئی اور نہ ہی ان کو دوسرے شہریوں کی طرح حقوق حاصل رہے۔ خواہ دستور بندی میں کتنی ہی آزادی ہو، لیکن سچ یہ ہے کہ مسلمان آج بھی یہاں دوسرے درجے کے شہری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آزادی سے لے کر آج تک ان کا نہیں کہ دور حکومت پھر بھاجپا کا عہد اقتدار ہزاروں مسلمانوں کو فسادات سے بھرا پڑا ہے۔ ان میں مرنے والوں کی تعداد دوسری جنگ عظیم میں مرنے والوں کی تعداد سے کہیں زیادہ ہے، ڈیڑھ ہونے والوں اور بے گناہ تھیل کی سلاخوں کے پیچھے مرنے والوں کی تعداد بھی کم نہیں اتنی ہی ہے۔ فسادات میں مسلمانوں کی اربوں کھریوں کی جائیدادوں کو لوٹا اور جلا گیا۔ شاید ہی ملک کا کوئی شہری ایسا ہو جس فسادات سے بچا ہو۔ ملک میں آزادی سے قبل مسلمانوں کی کتنی گھریلو صنعتیں تھیں جنہیں چین چین کر ختم کیا گیا۔ جان و مال کی تباہی کے بعد اب روٹی روزی سے بھی محروم کر دیا گیا۔ اسی کے ساتھ پورے ملک سے اردو زبان کو ختم کرنے کی منظم سازش کی گئی، ملک کے پچھلے طبقوں کو ریزرویشن دیا گیا لیکن اسی آئین کے تحت مسلمانوں اور عیسائیوں کو محروم رکھا گیا؟ آج مسلمانوں کے لئے پندرہ لاکھ پانچ سو کروڑ روپے کی رقم خرچ کی گئی اور پھر کئی کے حوالے دے جاتے ہیں لیکن نہ تو مسلمانوں کو حقوق ملے اور نہ اس پر ایمانداری عمل درآمد کیا گیا۔

ہم جمہوریت کا تحفظ کیسے کریں؟ اس وقت مسلمانوں کا سب سے بڑا اہلیہ ہے کہ وہ کسی خاص نصب العین اور ناکریت کو سامنے رکھ کر کوشش نہیں کر پار ہے

یہ بھی امر واقعی ہے کہ سیاسی شعور کا فقدان صرف مسلم عوام میں ہی نہیں بلکہ ہمارے منتخب کردہ نمائندوں میں بھی پیکر پائی جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر مسلم قیادت جمہوریت کی نزاکتوں، حالات کی پیچیدگیوں اور سیاسی تقاضوں پر کھری نہیں اتر پاتی اور کچھ ہی عرصے بعد ہمارا سیاسی نمائندہ مختلف حکمت عملیوں کا شکار ہو کر سیاست سے باہر ہو جاتا ہے۔

4: کسی بھی ملک اور جماعت کی نظام کو چلانے کا لہجہ و لہجہ کو برقرار رکھنے اور پر امن بنانے کا بھی کو فرغ دینے کے لیے کسی کی سکسی قانون و آئین کی ضرورت ہے اور آئین کسی بھی حکومت کی بنیاد و اساس ہوتا ہے، جس کا تحفظ پورے نظام کو انتشار سے بچانے اور حق و انصاف اس کا حق پہنچانے میں مدد معاون ہوتا ہے، اس لیے ہمیں اپنے دستور و آئین سے آگاہی، اس کی باریکیوں سے واقفیت اور جدید تہذیبیت سے باخبر رہنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے؛ کیونکہ ملک کی پر امن بقا کا سارا دارملک کے دستور و آئین پر ہے، اگر ہم نے دستور کو بچانے کی فکر نہیں کی تو یقیناً ہمارا ملک بھی تندر اور فرقد واریت کی آگ میں جھلس جائے گا اور ہم کتب آفسوں سے رو بہ نظر ہو۔

5: جمہوریت کی حفاظت کے لیے نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے حق رائے دہی کا استعمال کریں اور سیکولر پارٹی کو ووٹ دے کر ملک میں امن و سلامتی کی تحفظ بحال کرنے کی کوشش کریں، کیونکہ انتخابات بھی جمہوریت کا اہم ستون ہے اگر ہم نے ووٹ دینے کے سلسلے میں سستی اور غفلت برتی یا پھر انتشار کا شکار ہو گئے تو ہم اپنے ہاتھ سے اپنی تباہی رقم کرنے والے ثابت ہوں گے، اسی لیے اقبال مرحوم نے کہا تھا

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد سے ملت کے مقدر کا ستارہ

ہمارے ملک صدیوں سے آپسی بھائی چارہ اور مل جل کر رہنے کا مظہر رہا ہے، ہر مذہب کے ماننے والے جس امن و سکون کے ساتھ یہاں زندگی گزارتے ہیں اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملے گی، مگر افسوس کی یہاں وقتاً فوقتاً امن و شہنتی کو بر باد کرنے اور فرقہ واریت کو بڑا واہ دینے کی سازشیں ہوتی رہتی ہیں۔ ان دنوں ہمارا ملک اسی صورت حال سے دوچار ہے، یہاں کے جمہوری نظام پر خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، خود برسر اقتدار پارٹی ہی ہے نی کی قربانی حلیف "شیوینا" نے اپنے ترجمان مرثیہ اخبار سامتا کے ایک ادارے میں اس قسم کے شکوک و شبہات کا برملا اظہار کیا ہے۔ یہ شکوک کسی اپوزیشن پارٹی یا اس کے کسی ترجمان اخبار نے ظاہر نہیں کئے؛ بلکہ حکومت کی ایک ویرینہ حلیف شیوینا نے ظاہر کئے ہیں۔ نی ہے نی کے سینئر لیڈر اور سابق وزیر فینانس بیٹون سہنا نے تو مرکزی وزراء کو یہاں تک مشورہ دیا ہے کہ وہ اپنے اندر کے خوف کو ختم کرتے ہوئے حق گوئی سے کام کریں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرکزی وزراء پر وزیر اعظم کا خوف چھایا ہوا ہے۔ یہ صورتحال ملک کی جمہوریت اور اس کی مرکزی کابینہ کے لئے باعث تشویش ہے۔

کھوتوں کا وہ ہر امر عیار:

یہ حقیقت ہے کہ جمہوریت نظام حکومت میں عوام کی شرکت کا نام ہے؛ لیکن آفسوں کے یہاں جمہوریت دس فیصد لوگوں کے لئے ان کی عیاشی اور کاروبار کا ذریعہ ہے، ملک کے تمام وسائل و ذرائع اور مال و دولت پر گتے پتے مخصوص لوگ قابض ہیں۔ یہاں ملک کی غریب عوام کے لئے نہ روزگار کے مواقع ہیں نہ کوئی ذریعہ معاش، نہ عدل و انصاف پر مبنی نگرانی ہے، نہ جان و مال کا تحفظ۔ اس آزادی کا کچھ بدینت

بھکاری کیلئے وعید

جس پر نہ فاقہ گزار اور نہ اتنے ہاتھ ہیں جن کی طاقت نہیں اور سوال کا دروازہ کھولے اللہ تعالیٰ اس پر فاقہ کا دروازہ کھول دے گا، ایسی جگہ سے جو اس کے دل میں بھی نہیں۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ باب ما یجوز فی الملت، الحدیث 1493 جلد 2 ص 148، بہار شریعت جلد 5 صفحہ 941)

عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے فاقہ پہنچا اور اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی تو اللہ تعالیٰ اسے بے نیاز کر دے گا خواہ جلد موت

جسٹانی معذور نہ ہوں ان کے لئے بھیک مانگنا حرام ہے اور جس کو ان کی حالت معلوم ہو اسے ان کو بھیک دینا جائز نہیں۔ (بہار شریعت حصہ 5، 50، زکوٰۃ و صدقہ فطر کا بیان، صفحہ 941) حالانکہ سماجی طور پر بھیک مانگنے کو خراب اور گھناؤنا مانا جاتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ بھیک مانگنا شریعت کی نظر میں بھی معیوب چیز اور بدترین جرم ہے۔

بھکاری کے لئے وعید:

جو لوگ گمراہی کو پھینکے کے طور پر اپنا لئے ہوئے ہیں ان کو یہ



مانگنے (کا پیشہ پیشہ ہزاروں میں اور خاص کر رمضان المبارک کے بارگت میں) میں شباب پر ہوتا ہے۔ پیشہ ور گمراہ اپنے آبی تھپوں و بیہاتوں سے نکل کر شہروں کی طرف نکل جاتا ہے۔ چونکہ شہروں میں خوشحال اور مالدار لوگ رہتے ہیں، رمضان میں زکوٰۃ و صدقات اور خیرات وغیرہ کثرت سے فرمادے، مساکین میں تقسیم کرتے ہیں۔ اسی لئے یہ پیشہ ور گمراہ اور غریب علاقوں کے غریب، نادار، مظلوم اور ضرورت مند لوگ بھی رمضان المبارک میں کمائی کے لئے شہری علاقوں میں ڈیرے ڈال لیتے ہیں۔ رمضان میں یہ گمراہ روزانہ دو سے ڈھائی ہزار روپے یا اس سے بھی زیادہ کماتے ہیں۔

سوال کے حلال ہے کہ نہیں:

آج کل ایک عام باپ بچہ لے کر نکلتے ہیں کہ اچھے خاصے تندرست ہیں، چاہے تو کما کر کھائیں اور دوسروں کو کھلائیں۔ مگر انہوں نے اپنے وجود کو بیکار قرار دے رکھا ہے۔ کون محنت کرے مصیبت اٹھائے، بغیر محنت جو مل جائے تو تکلیف کیوں برداشت کرے۔ نا جائز طور پر سوال کرتے ہیں۔ زور دیکھا کر دیا دینا کر پیچھے ہٹتے اور تنگ رہتے ہیں۔ مجبوراً آدمی کو دینا پڑتا ہے۔ مزینوں میں خواجہ سراؤں (مختصوں) کی خدمت گری، گلیوں کی بھرمار، اونچی آوازیں، حرکتوں سے شرفا کا اور خاص کر نوجوانوں کا سفر انتہائی دشوار ہو گیا ہے۔ زبردستی اور ناجائز طور پر سوال کرتے اور بھیک مانگ کر پیٹ بھرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ محنت مزدوری، چھوٹی موٹی تجارت کو ذلت (شرم) و عار خیال کرتے ہیں اور بھیک مانگنا اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے ہاتھ ہیں کہ تمہارا پیشہ ہے۔ واہ صاحب واہ! کیا تم اپنا پیشہ چھوڑ دو۔ حالانکہ ان میں بہت سے ایسے ہیں جو اچھی مالی حیثیت رکھتے ہیں۔ روپے سو روپے پر بھی لگاتے ہیں۔ ایسوں کو اور بٹے کئے لوگوں کو جو

اور لوگ اس قدر رمانی انداز سے بھیک مانگتے ہیں کہ پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتا ہے اور وہ فوراً بھیک دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ سچائی یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لئے بھکاریوں نے بھیک مانگنے کے بہت سے طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ وہیں آج کل انہوں نے وہی و شرعی طریقے بہانوں سے بھی بھیک مانگنا شروع کر دیا ہے اور اس میں اصرار و تہمتیں برسوں میں ان کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور ان کے ہاتھ بھر رہا ہے۔ گھروں اور مسجدوں میں آتے ہیں جن کے ہاتھوں میں کسی مدرسے یا مسجد کی رسید ہوتی ہے، اعلان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ فقلاں مدرسہ زیر تعمیر ہے، فقلاں مسجد زیر تعمیر ہے، مسجد کو اتنے پیسوں کی ضرورت ہے، اتنی ہیست مدرسے کے لئے اور مدرسے کے بچوں کے لئے کپڑوں اور دوسری چیزوں کی ضرورت ہے۔ آپ حضرات اپنی حیثیت سے دے کر صدقہ جاریہ میں شریک ہو جائیں۔ ان میں سے اکثر حضرات پیسے لے کر بہت ہی کم پیسے مدرسہ کو دیتے ہیں باقی اپنے پاس رکھ لیتے ہیں کہ یہ میرا پیشہ ہے جو کہ چلنے سے مدرسہ یا مسجد کی انتظامیہ کے ساتھ ملے رہتا ہے۔ ان لوگوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دینی طریقے میں رہتے ہیں تاکہ ساتھ لوگ مسلمانوں کو بے وقوف بنا کر زیادہ سے زیادہ دولت حاصل کریں۔ ان کا ایک پورا اثاثہ درک ہے جو بڑے ہی منظم انداز میں کام کر رہا ہے۔ اسی طرح بہت سی خواتین بھی زیادہ سے زیادہ بھیک مانگنے کے لئے شامل ہیں۔ یا پھر برقعہ پوش خواتین گھروں محلوں اور مسجدوں کے دروازہ پر نماز کے بعد یا بوجہ نماز کے بعد کھڑی ہوجاتی ہیں۔ بعض لوگ نماز مسجد کے اندر پڑھتے ہیں اور امام کے سلام پھیرتے ہی فوراً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مانگنا شروع کر دیتے ہیں اور جمہوری بنا کر رونے لگتے ہیں۔ گمراہی (بھیک

دے دے یا جلد مالدار کر دے۔ اور طبرانی کی روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو بھوکا یا محتاج ہو اور اس نے آدمیوں سے چھپا یا اور اللہ کے حضور عرض کی تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ایک سال کی روزی اس پر کشادہ فرمائے (ترمذی، الصغیر، طبرانی، الحدیث 213 جلد 1 ص 131)

اسلام میں بھیک مانگنا گھناؤنا فعل اور اس کی مذمت: حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں چار سو ایسے مہاجر صحابہ کرام تھے جن کے پاس نہ مال تھا نہ اہل اور نہ سر چھپانے کے لئے چھو پڑا۔ وہ بارگاہ رسالت میں حاضر رہتے اور جس کام کے لئے حکم ملا اس کی تعمیل کرتے۔

عبدالرشید ظفر نعمانی

پندرہ اگست 1947 کو ہمارا ملک انگریزوں کے پنجڑے استبداد اور نرغہ نشد سے آزاد ہوا اور آزادی کے تقریباً ڈھائی سال بعد آئین کا نافذ عمل میں آیا، اس کے بعد سے ہندوستان ایک مکمل خود مختار جمہوری ملک بن گیا جس کا سنہرا خواب ہمارے قائدین نے دیکھا تھا اور جس کی آبیاری کے لیے جام شہادت بھی نوش کیا تھا۔ اس طے شدہ دستور کے آغاز میں جو تنظیم قوام میں وہ پڑھنے کے قابل اور بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ ملاحظہ ہو: "ہم ہندوستانی عوام تجویز کرتے ہیں کہ انڈیا ایک آزاد، سماجی، جمہوری ہندوستان کی حیثیت سے وجود میں لایا جائے جس میں تمام شہریوں کے لیے سماجی، معاشی، سیاسی انصاف، آزادی خیال، اظہار رائے، آزادی عقیدہ و مذہب و عبادت، مواقع اور معیار کی برابری، انفرادی تشخص اور احترام کو یقینی بنایا جائے گا اور ملک کی سالمیت و یکجہتی کو قائم و دائم رکھا جائے گا۔"

آئین درحقیقت نظام مملکت کے امن و امان کے ساتھ چلنے رہنے کا بنیادی ڈھانچہ ہوتا ہے۔ آئین ہی میں لکھا ہوتا ہے کہ کس طریقے سے ملک میں حکومت تشکیل دی جائے گی اور اسے کون کون سے ادارے اور اس کے طور پر چلائیں گے نیز اداروں میں کس طرح کے افراد کا تعین ہوگا وغیرہ۔ چون کہ ہم ایک جمہوری ملک کے باشندے ہیں، اس لیے ہمارا دستور بھی سیکولر اور جمہوری ہے جو ہمیں زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق بہت سے حقوق فراہم کرتا ہے۔ شاید اسی لیے کہا جاتا ہے کہ کسی بھی حکومت کو جمہوری حکومت اسی وقت کہا جاسکتا ہے جب وہ انصاف، آزادی، مساوات اور اخوت کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔

جمہوریت کیا ہے؟

جمہوریت کیا ہے؟ بنیادی اعتبار سے عوام پر عوامی نمائندوں کے ذریعہ جو حکومت کی جاتی ہے اس کو جمہوریت یعنی سیکولرزم کہا جاتا ہے، جمہوری نظام میں حکمران افراد، عوام کے انتخاب سے مقرر ہوتے ہیں، اور عوام کے سامنے اپنی کارکردگی کے بارے میں جواب دہ ہوتے ہیں۔ کسی بھی جمہوری نظام کی کامیابی اور خوشحالی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اس کے سامنے میں سامنے لینے والے شہریوں کے ساتھ عدل و انصاف اور برابری و مساوات کا معاملہ کیا جائے۔ امن و سکون کا ماحول ہو، اصول و قوانین کی بنیاد پر کھرائی ہو اور تمام ادا یاں و مذاہب کے ماننے والوں کو اپنے ذہنی شعائر اور اصول و عقائد کی روشنی میں زندگی گزارنے کی آزادی ہو۔ مذہبی آزادی میں کوئی دخل انداز نہ ہوں اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ ہر حکومت کے متاع نظر ہو۔

وطن عزیز ہندوستان جو دنیا کا سب سے عظیم جمہوری ملک ہے اس کا دستور اپنے شہری کی مذہبی آزادی اور تمام طبقات کو یکساں حقوق و مواقع کی ضمانت فراہم کرتا ہے، دستور ہند میں مذہبی اقلیت کے لئے خاص رعایتیں بھی دی گئی ہیں جن کی حفاظت اور یقین دہانی حکومت وقت کی ذمہ داری اور فرض منشی ہے۔

